سوال

(42) سلام بن ابی الحقیق کو خیبر میں عبداللہ انصاری نے رسول اللہ ﷺ کے ایماء پر قتل کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

سلام بن ابی الحقیق کو خیبر میں عبداللہ انصاری نے رسول اللہ ﷺ کے ایماء پر قتل کیا۔ کیا یہ قتل جائز تھا؟

کیونکہ کہ حالت امن میں ہو یا حالت جنگ میں ہوا۔ ان دونوں روایتوں پر ''طلوع اسلام،، دہلی نے سخت اعتراض کیا ہے کیونکہ کہ اس کی نظر میں یہ دونوں اوپر والے واقعات جھوٹے ہیں۔

عبارت ''طلوع اسلام،، جلد: 3 شمارہ: ذوالحجہ 1358ھ، مطابق فروری 1940ء:

''خلفاء بنی امیہ و بنی عباسیہ کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ کبھی کبھی وہ اپنے دشمنوں کو مخفی تدبیروں سے قتل کردیا کرتے تھے، اور اس کو اپنی بساط سیاست کی ایک اچھی چال سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے حامیوں اور خاشیہ نیشینوں نے ایسی روایتیں بنائیں کہ اس قسم کے قتل کو رسالت مآب کا فعل ثابت کردیں، تاکہ ان سلاطین کو اپنی کارروائیوں کے جواز کی سند مل جائے۔ اس کتاب میں یہ روواایتیں درج ہیں۔

ص: 44 پر کعب بن اشرف کے متعلق لکھا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اس کے قتل کی خدمت محمد بن مسلمہ کے سپرد کی۔ جنہوں نے اس کے گھر جاکر بلطائف الحیل اس کو قتل کرڈالا۔ پھر ص: 54 میں سلام بن ابی الحقیق کی بابت لکھتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ کے ایماء سے ایک انصاری عبداللہ نے خیبر میں جاکر اس کو قتل کردیا۔ ان مکذوب اور مکروہ روایات کی بنا پر رحمۃ اللعالمین پر خفیہ کرانے کا الزام وہی شخص رکھے گا، جو تنقیدی عقل سے عاری اور راویوں کی دسیسہ کاری اور مقام نبوت سے قطعاناآشنا ہو۔،،

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

واقعہ قتل ابورافع سلام بن ابی الحقیق رمضان 6ھ

ماخوذاز صحیح بخاری (کتاب المغازی باب قتل ابی رافع 5 26) وفتح الباری (4049) 7 340، وطبقات ابن سعد (2 91) وسیرۃ حلبیہ ودیگر کتب سیر ومغازی، ابورافع سلام یہودی خیبر کے ایک قلعہ میں رہتا تھا اور ''رئیس التجار،، و''تاجر الحجاز،، کے لقب سے مشہور تھا، یہ بھی آں حضرت ﷺ کے بے حد اذیتیں پہنچاتا تھا۔ غطفان اور دوسرے قبیلوں کے آں حضرت ﷺ سے جنگ کرنے پر برانگیختہ کیا تھا اور بے شمار مال و دولت سے ان کی آپ ﷺ کے خلاف جنگ میں مدد کی تھی۔ غزوہ خندق کے موقعہ پر عرب

کے بڑے بڑے مشہور قبائل کی مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اسی نے ابھارا تھا۔ اس کی ان فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے چند خزرجی انصاریوں کی خواہش پر آپ ﷺ نے عبداللہ بن عتیک انصاری وغیرہ پانچ چھ آدمیوں کی اس کے قتل کرنے کے لیے بھیج دیا کہ کسی عورت اور بچے کو ہر گز نہ قتل کرنا۔ یہ لوگ شام کو خیبر گئے۔ عبداللہ یہودیوں کی زبان سے واقف تھے۔ ساتھیوں کو قلعہ سے باہر رہنے کا حکم دیا اور خود قلعہ میں داخل ہوگئے۔ جب رات زیادہ گزر گئی اور اسلام کے مصاحب اپنے اپنے اور گھروں میں چلے گئے اور وہ اپنے بالاخانہ میں کواڑ بند کر کے بیوی بچوں کے ساتھ سو رہا تھا، تو عبداللہ نے اس کے بالاخانہ کا دروازہ کھٹ کھٹایا۔ سلام کی بیوی نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ اس کی بیوی نے سلام سے کہا یہ آواز عبداللہ بن عتیک کی ہے۔ سلام نے کہا: پاگل ہوگئی ہے۔ اس وقت یہاں عبداللہ بن عتیک کیسے پہنچے گان؟۔ بہرکیف عبداللہ نے ہدیہ دینے کے حیلہ سے دروازہ کھلوایا۔ سلام کی بیوی نے دروازہ کھول دیا۔ یہ کمرہ میں داخل ہوگئے اور اندر سے تالا لگا دیا۔ کمرتاریک تھا۔ سلام کو پکارا اور اس کا جواب سن کر آواز کی سمت بڑھے اور قریب پہنچ کر اس پر تلوار سے وار کیا لیکن حمہ ناکام رہا۔ یہ چھپ گئے اور چند لمحہ کے بعد آواز بدل کر فریاد رس کی صورت میں قریب آئے اور کہا: ابو رافع کیا بات ہے!۔ اس نے کہا کسی نے تلوار سے مجھ پر حلمہ کردیا یہ آواز کے سمت بڑھے اور اس پر دوسرا حملہ کیا۔ یہ حملہ بھی ناکام رہا پھر چھپ گئے اور چند لمحوں کے بعد قریب آکر تیسرا حملہ کیا اور اس دفعہ اس کو ختم کردیا۔ بالاخانہ کا دروازہ کھول کر باہر نکلے۔ چاندنی رات تھی۔ زینہ سے اترتے ہوئے انہوں نے سمجھا زمین تک پہنچ گیا ہوں۔ لیکن ابھی بہت اوپر تھے وہاں سے زمین پر گر پڑے۔ پاؤں ٹوٹ گیا۔ لیکن اس قتل کی خوشی میں ابتداء میں تکلیف نہیں محسوس ہوئی۔ صبح کو جب زخم ٹھنڈا ہوا تو راستہ چلتے ہوئے تکلیف محسوس ہوئی، آں حضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر مژدہ سنایا اور تکلیف ظاہر کی۔ آپ ﷺ نے لعاب دہن لگایا۔ پاؤں ٹھیک ہوگیا۔ اور تکلیف و کرب جاتا رہا۔ یہودیوں تعاقب کیا لیکن یہ لوگ دوسرے راستہ سے محفوظ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

اس واقع سے بھی چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(1) ابو رافع نے نقض عہد کیا۔

(2) آں حضرت ﷺ کو اذیتیں پہنچاتا تھا۔ عام مشرکین اور قریش مکہ سے بہت زیادہ۔

(3) مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ کو برانگیختہ کرتا تھا۔

(4) ان کی مالی امداد کی تاکہ سامان رسد کی قلب نہ ہو۔

(5) غزوہ احزاب یعنی خندق کی لڑائی کا یہ بڑا سبب تھا۔

(6) اعلان جنگ کر کے میدان میں اس سے اور اس کی قوم سے لڑائی کرنے کے بجائے چند جاں نثاروں کو بھیج کر اس کو قتل کرا دیا گیا تاکہ فتنہ کی جڑ کٹ جائے۔

دونوں واقعوں کے سامنے آجانے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ ''تاریخ اسلام،، میں ان واقعات کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے قطعًا صحیح اور درست ہے۔ یہ واقعے صرف تاریخی ہی نہیں ہیں بلکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بھی مروی ہیں جن کی رویات میں شبہ اور کلام کی گنجائش ہی نہیں کما لایخفی علی اصحاب الحدیث.

حدیث اور کتب حدیث کے متعلق ''طلوع اسلام،، کے تنقیدی نگار کا عقیدہ:

''طلوع اسلام،، کی تنقیدی کی حقیقت اور اس کے اعتراض کا جواب دینے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ تنقید نگار کا عقیدہ اور مذہب و مسلک بابت کتب حدیث بیان کر دیا جائے۔

(1) جہاں تک مجھے معلوم ہے تنقید نگار کے نزدیک حجت شرعی صرف قرآن کریم ہے، یعنی: شرعی حکم صرف قرآن سے ثابت ہوسکتا ہے۔ حدیث سے جب تک متواتر نہ ہو جس کی تعداد اس کے خیال میں دو تین سے زائد نہیں ہے کوئی شرعی حکم نہیں ثابت کیا جاسکتا۔ یا یوں کہیے کسی چیز کی حلت و حرمت، جواز و عدم جواز، امر و نہی محض قرآن سے ثابت ہوسکتی ہے، اور مسلمان پر صرف قرآن کی اطاعت ضروری ہے اور وہ اسی کا مکلف ہے۔ حدیث پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ حدیث حجت شرعی اور دین نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کا کوئی اعتبار کافی نہیں۔

(2) قرآن کی تفسیر، حدیث سے کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی تفسیر کے لیے قواعد عربی اور عقل و درایت کافی ہے۔

(3) قرآن جس امرونہی کے بیان سے خاموش ہے اور اس نے اس سے تعرض نہیں کیا ہے نہ اثبات نہ نفیا۔ وہ حدیث سے نہیں ثابت کیا جاسکتا، پس جو حکم قرآن میں مذکور نہ ہو لیکن حدیث میں موجود ہو ہم اس کے پابند نہیں ہوسکتے۔ (ان امور کا وجہ سے تنقید نگار کو اکر اہل قرآن کہا جائے اور عدم حجیت حدیث بلکہ انکار حدیث کی وجہ سے اس مسئلہ میں خوارج کا ہم خیال ہونے کے سبب اس کو ''خارجی،،

(4) رویات حدیثیہ کی صحت معلوم کرنے کے لیے راویوں کی عدالت وثقاہت، ضبط واتقان سے بحث کرنے سے پہلے ان راویتوں کی عقل ودرایت کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے، اگر عقل کے موافق ہوں گی تو صحیح سمجھ کر قبول کرلی جائیں گی، مگر حکم شرعی اب بھی ان سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور اگر خلافت عقل ہوں گی تو مکذوب اور مکروہ ہوں گی اور راویوں کی دسیسہ کاری محمول کی جائیں گی، خواہ وہ رواۃ محدثین اور ائمہ جرح تعدیل کے نزدیک کتنے بڑے سچے اور ثقہ، ضابط و عادل، صاحب مروۃ وتقویٰ کیوں نہ ہوں۔

تنقید کی تشریح اور تجزیہ:

اب ہم اپنے الفاظ کی تشریح کرتے ہیں تاکہ تنقیدی نگار کا مقصد واضح ہوجائے اور جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

(1) یہ روایتیں جن میں یہ دونوں واقعے بیان کیئے گئے ہیں۔ بہ حیثیت فن روایت صحیح ہیں۔ ان میں کلام صرف عقل وروایت کی رو سے ہے، یعنی: تنقیدنگار ان واقعات کو محض عقل ودرایت کی رو سے غلط قرار دیتا ہے اور صاحب تاریخ اسلام کی تنقیدی عقل سے عاری سمجھتا ہے۔

(2) یہ روایتیں عقل ودرایت سے خلاف اس لیے ہیں کہ آں حضرت ﷺ پر اپنے مخالفین کو مخفی طور پر قتل کرانے کا الزام قائم ہوتا ہے۔ نبی کا اپنے مخالف کو خفیہ قتل کرانا عقلا سخت معیوب ہے، اور شان نبوت کے خلاف ہے، اس لیے یہ روایتیں مکذوب اور مکروہ ہیں۔

(3) اس صورت میں مناسب بلکہ حق یہ تھا کہ آپ ﷺ کعب بن اشرف اور سلام بن ابی الحقیق سے جنگ کا اعلان کرتے اور میدان جنگ میں لڑائی کرکے ان دونوں کو قتل کراتے، بلطائف الحیل قتل کرانا شان نبی سے بعید ہے۔

(4) قرآن اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ نبی اپنے مخالفین اور اپنے دشمنوں کی مخفی طور پر قتل کرادے، یعنی: قرآن کریم اس کے بارے میں خاموش ہے اور حدیث سے یہ چیز ثابت نہیں کی جاسکتی اس لیے بھی یہ واقعات غلط ہیں۔

(5) صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب سیر ومغازی کے راویوں اور مصنفین نے سلاطین نبی امیہ اور بنو عباس کی حمایت میں واقعات گھڑلئے ہیں، تاکہ ان سلاطین وملوک کو اپنے فعل کے جواز کی سند اور دلیل مل جائے۔ بنا بریں ان واقعات میں قتل کے جو اسباب وعلل بیان کیئے گئے ہیں وہ بھی گھڑلیئے گئے ہیں۔

تنقید کی تنقید اور اس کا بچند وجوہ جواب:

اول: کسی یا کسی شرعی حکم کی صحت کے لیے عقل کی معیار قرار دینا محض درایت پر اعتماد کرنا غلط ہے۔ کیوں کہ عقل انسانی بے حد متفاوت المراتب ومختلف الدرجات ہے حتیٰ کہ ایک ہی شخص مختلف زمانوں میں متفاوت ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں صحت روایت کی کسوٹی کس شخص کی اور کس درجہ کی عقل قرار دی جائے گی؟ جب کہ ایک عقل ایک چیز کو درست اور جائز بتاتی ہے اور دوسرے شخص کی عقل اسی چیز کو غلط اور مضر بتاتی ہے۔ یا ایک ہی واقعہ کو ایک شخص زمانہ میں موافق عقل قرار دیتا ہے اور دوسرے زمانے میں خلاف عقل۔ انہی دونوں واقعوں کو لے لیا جائے کہ اب تک پوری امت کو عقلاً ونقلاً درست سمجھتی رہی۔ لیکن آج تنقید نگار کی عقل جو سکرٹریٹ میں طاغوتی حکومت کی ملازمت کی شکل میں جسم وروح، عقل ودماغ، ہاتھ وقلم فروخت کردینے کو غالبا ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین (الانعام: 62) کے خلاف نہیں سمجھی۔ ان دونوں واقعوں کو خلاف شان نبوت یقین کرتی ہے۔

ہمارے نزدیک تو نبی کا اپنے دشمن کو جو اس کے خفیہ قتل کرا دینے کا قصد کر چکا ہو، مخفی تدبیروں سے قتل کرا کر فتنہ کی جڑ کو کاٹ دینا نہ خلاف عقل ہے نہ شان نبوت سے بعید اور اس کے منافی۔ پھر اگر عقل ہی معیار صحت ہے تو بہت سے قرآنی احکام جو ہماری عقلوں سے بالاتر اور مخالف درایت ہیں، قلم زد کرنے پڑیں گے۔ قرآن کہتا ہے۔ لاتاخذ بلحیتی ولا براسی (طہ:8=94)، وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرہ (القامہ:23/22)، وہو السمیع البصیر (غافر:54) کیا بڑے بھائی کی داڑھی نوچتی اور سر کے بال پکڑ کر کسیٹنا موافق عقل اور موافق سان نبوت ہے؟ اور کیا اللہ کے کان اور آنکھ ہے؟ اور کیا وہ مجسم و محدود متناہی و متحیر ہے؟ اور کیا خضر کا ایک نابالغ بچہ کو متوقع اور موہوم امر کی وجہ سے قتل کر ڈالنا عین شان نبوت یا ولایت ہے؟ اور کیا مابعد الموت ''قیامت،، کے واقعات اور قرآن کی بیان کردہ تفصیلات کو ہر کس و ناکس کی عقل قبول کر لیتی ہے؟ وغیر ذلک۔

دوم: قرآن فرماتا ہے: وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ (البقرہ:193) اور فرمایا: والفتنۃ اکبر من القتل (البقرہ:217) اگر آنحضرت ﷺ نے فتنہ و فساد کے لیے کعب اور ابو رافع کرا دیا یہ تو حکم قرآنی کی تعمیل ہوئی اور فرمایا: اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (البقرہ:6) اگر ابو رافع اور کعب کو نقض عہد کے باعث حربی ہو جانے کی صورت میں قتل کر دیا گیا، تو یہ حکم ربانی کی تعمیل ہوئی۔

سوم: تنقید نگار کبھی تو اپنے مخالف کو بلطائف الحیل قتل کرانا خلاف عقل و منافی سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ اعلان جنگ کر کے علانیہ لڑائی میں قتل کرنا چاہیے، اور کبھی نفس قتل کرا دینے ہی کو معیوب اور بعید از شان نبی سمجھتا ہے۔ کیوں کہ اس کو سلام ابو رافع کے قتل کرا دینے پر بھی اعتراض ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا قتل بلطائف الحیل نہیں ہوا تھا، لیکن یہی تنقید نگار آج جس چیز کو خلاف عقل اور خلاف شان نبوت قرار دیتا ہے، اس کا شیخ اٹھارہ برس پہلے اسی کو صحیح اور وعین شان نبوت بتا اور لکھ چکا ہے۔ چنانچہ سرگروہ اہل قرآن حافظ اسلم جیراج پوری استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی لکھتے ہیں:

''چوں کہ اسلام کی ترقی سے یہود کا دنیاوی اثر اور اقتدار نیز ان کی دینی عظمت کا سکہ اٹھتا جاتا ہے، اس لیے کعب مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ جنگ بدر کے بعد اس نے مکہ معظمہ میں جا کر کشتگان بدر کے دردناک مرثیے بنا کر سنائے اور قریش کو مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے آمادہ کیا، وہاں سے آ کر اپنے اشعار میں مسلمانوں کی ہجو اور بے حرمتی کرنے لگا اور درپردہ اس فکر میں پڑا کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرا دے۔ آں حضرت ﷺ کو ان باتوں کی اطلاع ہوتی رہتی تھی۔ اس وجہ سے رات کو باہر کم نکلتے تھے اس کی فتنہ انگیزیوں سے مجبور ہو کر ربیع الاول 3ھ میں محمد بن مسلمہ کو مع دو صحابیوں کے بھیجا، انہوں نے جا کر اس کو قتل کر دیا۔،، (تاریخ الامت 1 180)۔

غور کیجیے 1340ھ میں جو واقعہ صحیح اور موافق عقل تھا اور اس کے اسباب بھی نفس الامری اور واقعی تھے۔ 1358ھ میں غلط اور مکذوب، مکروہ، خلاف عقل اور منافی شان نبی ہو جاتا ہے، اور راویوں کی دسیسہ کاری کا نتیجہ بن جاتا ہے، اور اس کے اسباب و علل راویوں کی من گھڑت باتیں ہو جاتی ہیں۔ ایں چہ بو العجبی است۔ تاریخ الامت میں سلام ابو رافع کا واقعہ مذکور نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخ الامت ''تاریخ الامم الاسلامیہ،، للعلامہ الخضری کا مختصر ترجمہ یا اسی سے ماخوذ ہے۔ اور اس میں بہت سے غزوات و سرایا مذکور نہیں ہیں۔ اس لیے صاحب تاریخ الامت نے بھی ان غزوات و سرایا کو چھوڑ دیا ہے۔

چہارم: ان دونوں واقعوں کے راویوں (جن کا جھوٹ بولنا کبھی ثابت نہیں اور ائمہ جرح تعدیل کے نزدیک نہایت سچے ثقہ اور صاحب تقویٰ اور دیانت ہیں) کی طرف بلاوجہ وسند جھوٹ کی نسبت کرنی اور ان واقعوں کو ان کی دسیسہ کاری بتانا سخت ظلم اور جہالت ہے۔ حدیث کے موضوع و مختلف ہونے کے جو قرائن و علامات محدثین نے بتائے ہیں یہاں ان میں سے کوئی دلیل و قرینہ موجود نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو (ص:98 تا ص:105) موضوعات ملا علی قاری و قواعد التحدیث (لطاہر الجزائری) اور جن بعض محدثین ابن الجوزی، خطیب بغدادی نے عقل و درایت کا اعتبار کیا ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ واقعہ عام عقول سلیمہ کے خلاف نہ ہو، صرف ایک آدھ عقل کے نزدیک خلاف ہونے کا اعتبار نہیں ہوگا اور درایت و عقل کی طرف مراجعت بھی اس وقت ہوگی جب روایت سند اکمزور ہو۔

پنجم: قرآن (وحی متلو) کے علاوہ حدیث (وحی غیر متلو) کے حجت شرعی ہونے پر بجز خوارج و اہل قرآن کے ساری امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ کوئی صحابی اور تابعی اس کا مخالف نہیں ہے۔ صحابہ برابر حدیث سے مسائل و احکام و استخراج کرتے ہیں۔ حجیت حدیث پر بے شمار توضیح و تشریح کا یہ موقعہ نہیں ہے۔

(1) قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني .....الاية(آل عمران :31).

(2) وما آتاكم الرسول فخذوه، وما نهاكم عنه فانتهوه (الحشر:8).

(3) فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك الآية(النساء:65)

(4) من يطع الرسول فقد أطاع الله (نساء:70).

(5) فليحذر الذين يخالفون عن أمره أن تصيبهم فتنة أو يصيبهم عذاب أليم (النور:63).

(6) يا ايها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول الآية(النساء:59).

(7) وأنزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم ولعلهم يتفكرون .(النحل:44).

(8) ماكان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمرا الاية(الاحزاب:36).

(9) سيقول السفهاء من الناس ما ولهم الآية:(البقره:142).

(10) وما ينطق عن الهوى إن هو إلا وحي يوحى (النجم:3)تلك عشرة كاملة.

حدیث کے حجت شرعی اورواجب العمل ہوجانے کے بعد ان دونوں واقعوں کے صحیح ہونے میں اور نبی کےاپنے خون کے پیاسے دشمن کے خفیہ قتل کرادینے کے جواز میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

ششم: اگر نبی کااپنے مخالفین سے میدان جنگ میں مقابلہ کرنااگرچہ مدافعانہ سہی اور دشمنوں کے قافلہ تجارت سے تعرض کرنا معیوب اور خلاف انسانیت ومنافی شان رحمۃ اللعالمین نہیں ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ سن کر آپ ﷺ نے مکہ والوں سے ان کے خون کا انتقام لینے کےلیے شرکاء صلح حدیبیہ سے بیعت لی۔ اگر ایک آدمی کے خون کا بدلہ لینے کےلیے پورے مکہ والوں سے لڑائی ٹھان لینی عقل کے موافق ہے، تواپنی جان کے اور مسلمانوں کے دشمن کو قتل کرادینا بھی موافق عقل ہے۔

ہفتم: (''النبی الخاتم،، کے مصنف کی عبارت میں) ''یہی یہودی جن کا خون ہر زمانہ اور ہر ملک میں تقریبا ہر صدی میں ارزاں رہا ہے اب تک ہے۔(اور آئندہ بھی رہے گا جیساکہ ارشاد ہے: وإذتأذن ربك ليبعثن عليهم الى يوم القيامة من يسومهم سوء العذاب (الاعراف: 167) جب خون کی مستحق ہوچکے تھے اور ہر اعتبار سے ہوچکے تھے، لیکن ان کے ہزاروں کے خون کو صرف کعب بن الاشرف اور ابو رافع بن حقیق دو ہی آدمیوں کے خون سے محفوظ کردیا گیا، بہت بڑا خیر وہ شر ہے جس کے ذریعہ سے کسی عظیم وجلیل شرکاء کا سدباب ہوتا ہے۔

قصاص میں زندگی ہے آخر اس قانون میں کیا ہے؟ بلاشبہ ان دونوں کی موت میں ان تمام یہودیوں کی زندگی کی ضمانت تھی، جوان کے بعد زندہ رہتا، جیساکہ ہمیشہ اسی قسم کے بدباطن یہودیوں نے اپنی قوم میں، ملک میں، اور زمانہ میں زندگی تلخ کی ہے، جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ بنی قریظہ کی چھوٹی جماعت اگرچہ ان ہی کی شریعت ان ہی کا حکم سے مٹائی گئی۔ لیکن اسی کے ساتھ کیا اس چھوٹی جماعت کی موت میں عرب کے بارے میں یہودیوں کی زندگی مستور نہ تھی۔ سنگ دل اور ظالم ہے وہ جراح، جس نے ایک انگلی کے لیے پورے جسم کو سڑ کر نے دیا،، (ص:170)۔ (محدث دہلی، ج:1 ش:8 ذی الحجہ 1325ھ نومبر 1946ھ)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 1

صفحہ نمبر 133

محدث فتویٰ